محمد سعید*

غالب کے اُردو کلام کی ترتیب و تدوین کی روایت (۱۹۵۸ عیسوی تک)

کلاسیکی شعرا میں غالب واحد خوش قسمت شاعر ہیں جن کا کلام اُن کی زندگی میں متعدّد بار زیورِ طبع سے آراستہ ہوا اور اس کے متعدّد قلمی نسخے بھی تیار کروائے جاتے رہے۔ ان سب مطبوعہ اور قلمی نسخوں میں سے بیشتر کسی نہ کسی صورت میں آج بھی موجود اور محفوظ ہیں۔ یہ بات غالب کی خوش قسمتی پر محمول ہو یا نہ، خود اُردو تحقیق کے لیے یقیناً خوش کن ہے۔

اُردو شعرا میں سے غالب ہی وہ پہلے شاعر ہیں جن کا کلام اوّل ترتیب و تدوین اور تصحیح کے لیے مرکزِ نظر بنا۔ شرحیں بھی سب سے پہلے غالب ہی کے کام کی لکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ متداول *دیوانِ غالب اُردو*، اہلِ ذوق کی ضیافتِ طبع اور قلبی تسکین کے سامان فراہم کر سکتا ہے لیکن خود غالب کے ذہنی ارتقا اور معیارِ شعر و سخن کو سمجھنے اور پرکھنے کے لیے اُن کا قلم زد کلام دیکھنا اور اُس کا تعین کرنا نہایت ضروری ہے۔ غالب کے انتقال کے بعد اُن کا کلام کئی مطابع سے چھپتا رہا، جو وقتاً فوقتاً کارپردازان مطابع کی سہل انگاری یا سہو کاتب کے سبب اصل سے دور ہوتا چلا گیا۔ پھر یہ کہ غالب کے نو دریافت متفرق کلام کو بھی ساتھ ساتھ، بغیر کسی زمانی تعیّن یا تحقیق کے، شامل اور شائع کیا جاتا رہا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کلامِ غالب کا متن اصل سے ہٹ گیا اور کسی قدر الحاقی اشعار سے بھی آلودہ ہوا۔ اس صورتِ حال میں اہلِ دانش و بنیش اور غالب کے سنجیدہ قدر

---

* محمد سعید، استاد، شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور۔

دانوں نے اُن کے کلام کا درست متن پیش کرنے کی طرف توجہ کی۔ تحقیقی نوعیت کی حامل دو طرح کی ایسی کوششیں نظر آتی ہیں جن میں کلامِ غالب کو صحت اور تاریخی ترتیب کے ساتھ پیش کرنے پر سنجیدگی سے عمل کیا گیا۔ اس کی پہلی صورت تو یہ سامنے آئی کہ کلامِ غالب کو صحت متن کے ساتھ پیش کرنا اور آخر میں نو دریافت یا غیر مروجہ کلام کو ماخذ اور حوالوں سمیت نقل کرنا۔ اس سلسلے میں حسرت موہانی اور نظامی بدایونی کے مشرح ایڈیشن اہم مثالیں ہیں۔ دوسری نوعیت کی اہم کوشش یہ رہی کہ کلام غالب کو اس خیال سے مرتّب اور شائع کیا جائے، جس سے غالب کے ذہنی و فکری عمل وارتقا کو سامنے لایا جا سکے۔ ایسی کوششوں کا سب سے پہلا اور بڑا محرّک اور ذریعہ *نسخۂ بھوپال* (۱۸۲۱ء) کی دریافت تھی۔ جس نے کلامِ غالب کی تاریخی ترتیب و تدوین کو آسان بنایا اور اس کے لیے نیا مواد فراہم کیا۔ مولانا امتیاز علی عرشی کے مرتب کردہ *دیوانِ غالب اردو* *نسخۂ عرشی* کو کلام غالب ہی نہیں اردو تدوین کی بھی معراج قرار دیا جا سکتا ہے لیکن اس سے پہلے کی ایسی کوششوں پر نسبتاً کم توجہ دی گئی ہے اس لیے یہاں اس مضمون میں *نسخۂ عرشی* کی اشاعت (۱۹۵۸ء) سے پہلے تک کی کوششوں کا جائزہ لینا مقصود ہے۔ *نسخۂ عرشی* سے پہلے *نسخۂ بھوپال* اور چند دوسرے اہم قلمی و مطبوعہ نسخوں کے منظرِ عام پر آجانے پر کلامِ غالب کو تاریخی ترتیب سے مرتّب کرنے یا اس کی اہمیت کا احساس رکھنے والوں میں مفتی انوار الحق، ڈاکٹر سیّد عبداللطیف اور شیخ محمد اکرام کے نام لیے جا سکتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ احساس شاید مولوی عبدالحق کو ہوا کہ *دیوانِ غالب* کو صحیح اور جدید اصولِ تحقیق کے مطابق شائع کیا جائے۔ اُنہوں نے انجمن کے ایما پر یہ کام سیّد ہاشمی فرید آبادی کے سپرد کیا۔ ڈاکٹر سیّد معین الرحمٰن لکھتے ہیں:

> انجمن ترقیٔ اُردو نے ۱۹۱۳ یا ۱۹۱۴ میں *دیوانِ غالب* کا ایک عمدہ ایڈیشن شائع کرانے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ کام پہلے پہل سیّد ہاشمی فرید آبادی کے سپرد کیا گیا تھا۔ انہوں نے ۱۹۱۵ء تک اس کا مسوّدہ تیار کر لیا تھا۔ [1]

انجمن سے چھپنے والے اس عمدہ ایڈیشن کا طریقِ کار اور معیار کیا تھا اس سلسلے میں خود ہاشمی فرید آبادی کا اقتباس ملاحظہ ہو:

> تجویز یہ تھی کہ *دیوانِ غالب* کو عمدہ کاغذ پر خوش خط اور صحیح طبع کرایا جائے اور جہاں تک ممکن ہو، مرزا صاحب کا غیر مطبوعہ یا گمشدہ کلام بھی تلاش کیا جائے۔

> دیوان کو صحیح اور جدید اصولِ تحریر کے مطابق لکھوانے اور غیر مطبوعہ کلام کو جمع کرنے کی خدمت راقم الحروف کے سپرد ہوئی تھی اور ۱۹۱۵ء تک کتاب کا مبیّضہ تیار ہو گیا تھا۔ [2]

۱۹۱۵ء ہی میں نظامی پریس بدایوں سے *دیوانِ غالب* کا ایک اہم ایڈیشن (''جو مروجہ سے کہیں بہتر تھا'') شائع ہو جانے پر انجمن کا منصوبہ سرد پڑ گیا۔ اس دوران میں ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری ولایت سے واپس آئے اور بھوپال میں مشیرِ تعلیم مقرر ہوئے۔ انہیں انجمن کے اس دم توڑتے منصوبے کا علم ہوا تو انہوں نے غالب سے اپنی دلبستگی و شیفتگی کی بنا پر اسے مکمل کرنے کا عزم کیا۔ ڈاکٹر بجنوری، ہاشمی فرید آبادی کے مرتّب کیے ہوئے *دیوانِ غالب* کے مسودے اور کچھ دوسرے نسخوں کی مدد سے اپنے انداز اور معیار پر، *دیوانِ غالب* مرتّب کر چکے تھے کہ کتب خانۂ بھوپال میں *دیوانِ غالب* کا ۱۸۲۱ء کا مکتوبہ، مخطوطہ دریافت ہو گیا۔ اس کے دریافت ہونے پر اپنے مرتّبہ *دیوانِ غالب* کی ترتیب و اشاعت کے لیے ڈاکٹر بجنوری نے ازسرِ نو جو طریق کار وضع کیا، ہاشمی فرید آبادی نے اسے یوں بیان کیا ہے:

> ڈاکٹر بجنوری مرحوم اس غیر مطبوعہ نسخے کو قدیم دیوان کے ساتھ اس طرح طبع کرانا چاہتے تھے کہ کتاب کے ایک صفحے پر قلمی نسخے کے اشعار ہیں اور مقابل کے صفحے پر متداول دیوان کی وہی غزلیں جن کے اشعار جا بجا سے مرزا صاحب نے خارج کر دیے تھے مگر اس قلمی نسخے میں محفوظ رہ گئے تھے اور مطبوعہ یا قلمی نسخے کی وہ غزلیں جو صرف ایک ہی میں پائی جاتی ہیں ان کے سامنے کا صفحہ سادہ چھوڑ دیا جاتا کہ دیکھنے والے کو بلا دقت قدیم و جدید کلام کا فرق اور بعد کی اصلاح و تنسیخ کا حال معلوم ہو جاتا............ [3]

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری اپنی ناگہاں موت کے سبب اس نئے منصوبے کو تکمیل تک نہ پہنچا سکے۔ انجمن ترقیٔ اُردو ان کے یا ہاشمی فرید آبادی کے مرتّبہ متداول *دیوانِ غالب* میں سے کسی کو شائع نہ کر سکی۔

مولوی عبدالحق، سیّد ہاشمی فرید آبادی اور ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری کی ان کوششوں کے دوران میں، مولانا نظام الدین حسین نظامی بدایونی کا مرتّبہ *دیوانِ غالب*، نظامی پریس بدایوں سے ۱۹۱۵ء میں شائع ہو چکا تھا۔ جس کی طباعت میں صحت کا خیال نہ ہو سکا اور آخر میں طویل غلط نامہ لگانا پڑا۔

نظامی بدایونی نے اس پہلے سادہ ایڈیشن کے بعد مختلف برسوں میں مزید پانچ [4] مشرح

اڈیشن شائع کیے جو صحت متن اور طباعت کے لحاظ بہتر سے بہتر ہوتے گئے۔ دوسرے اڈیشن سے مولانا نظامی نے اس کے ساتھ مشکل اشعار اور الفاظ کی مختصر شرح اور فرہنگ بھی شامل کر دی جو بعد کی اشاعتوں میں نظرِ ثانی کے بعد آخر کار مکمل شرح کی صورت اختیار کر گئی۔ مولانا امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں:۔

> جناب مولانا نظام الدین حسین نظامی مرحوم.......... نے *دیوانِ غالب*، سادہ و باشرح کے متعدد بہترین نسخے شائع فرما کر ملک پر بڑا ادبی احسان کیا تھا۔ سب سے پہلے آپ ہی نے غالب کے اُردو دیوان کے فارسی دیباچے کی تاریخ ایک رام پوری نسخے کی مدد سے متعین کی تھی نیز نامی پریس کانپور کے بعد حُسن طباعت کا جو اعلیٰ معیار آپ نے قائم کیا تھا وہ آج بھی قابلِ داد و ستائش ہے۔ ۵

دیوانِ غالب مع شرح نظامی کا چھٹا اڈیشن (اصلاً ساتواں اڈیشن) جو مطبع نظامی پریس بدایوں سے ۱۹۲۷ء میں طبع ہوا۔ اس میں سرورق کے بعد غالب کی تصویر ہے جس کے نیچے غالب کا پورا نام لکھا ہوا ہے اور اوپر غالب کا شعر:

پوچھتے ہیں وہ کہ ''غالب کون ہے''
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

اس کے بعد نئے ورق اپر، بخطِ غالب، قاضی عبدالجمیل جنون بریلوی کے نام غالب کے غیر مطبوعہ خط، مکتوبہ ۳۰ نومبر ۱۸۶۳ء کا عکس ہے۔ صفحہ ۱ سے ۴ تک اس اڈیشن کے لیے ''دیباچہ طبع ششم'' ہے جس پر ۳- اپریل ۱۹۲۷ء کی تاریخ درج ہے۔ پھر طبع پنجم کا دیباچہ ہے۔ صفحہ ۹ سے ۴۷ تک ڈاکٹر سیّد محمود کا طویل مقدمہ ہے جو تیسرے اڈیشن (۱۹۲۰ء) سے اس میں شامل چلا آرہا ہے اس پر ۱۸- اکتوبر ۱۹۱۹ء کی تاریخ درج ہے لیکن انہوں نے ۱۹۲۲ء کے چوتھے اڈیشن کے لیے اس پر نظر ثانی بھی کی تھی۔ اس چھٹے اڈیشن میں یہ مقدمہ نظرِ ثانی شدہ ہی ہے لیکن تاریخ پہلی ہی درج ہے۔ صفحہ ۴۸ سے ۷۴ تک بالترتیب ''دیباچہ طبع چہارم''، ''دیباچہ طبع ثالث''، ''دیباچہ طبع ثانی'' اور ''دیباچہ طبع اوّل'' ہیں۔ صفحہ ۷۵ پر سرورق ہے۔ *دیوانِ غالب اُردو مع شرح نظامی* اور ۷۶ پر غالب کا فارسی دیباچہ مکتوبہ ۱۲۴۸ھ ہے۔ اس کے بعد صفحات کے نئے نمبر شمار سے غزلیات مع شرح شروع ہو جاتی ہیں۔ صفحہ ۲۲۳ پر ''غزلیات تمام ہوئیں'' کے بعد قصائد، مثنوی، قطعات اور رباعیات مع شرح و فرہنگ ہیں جو صفحہ ۲۶۱ پر ختم ہو رہی ہیں۔ اس کے

بعد اسی صفحے سے ''وہ اشعار اور قطعات جو دیوانِ مروّجہ میں نہیں ہیں'' کے عنوان سے ایک قصیدہ، دو قطعات، کچھ غزلیات اور فردیات ہیں۔ حواشی میں اس غیر مروّجہ کلام کے ماخذ کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ اس طرح یہ اڈیشن صفحہ ۲۷۲ پر تمام ہوتا ہے۔

نظامی بدایونی کا مرتبہ *دیوانِ غالب* اپنے زمانے کی رائج اشاعتوں سے بہتر اور معتبر متن پیش کرتا ہے۔ صحتِ متن پر ان کی مسلسل توجہ رہی اور وہ اسے مزید بہتر بنانے کی کوشش میں رہے۔

کلامِ غالب اُردو کی تاریخی ترتیب کے حوالے سے پہلی کوشش مفتی محمد انوار الحق ڈائریکٹر سررشتۂ تعلیم بھوپال کی سمجھی جاتی ہے۔ انہوں نے ۱۹۲۱ء میں *دیوانِ غالب جدید المعروف بہ نسخۂ حمیدیہ* کے نام سے *دیوانِ غالب* کا قلمی نسخہ، مکتوبہ ۱۸۲۱ء شائع کیا۔ یہ نسخہ میاں فوجدار محمد خان بہادر بھوپال کے کتب خانے سے دریافت ہوا اور *نسخۂ بھوپال* کہلایا۔ اس کا مطبوعہ اڈیشن اس وقت کے چیف سیکرٹری ریاست بھوپال نواب محمد حمید اللہ خان سے انتساب پا کر *نسخۂ حمیدیہ* کہلایا۔ یہ وہی نسخہ ہے جو ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری کی زندگی میں دریافت ہوا اور جسے ترتیب دینے کا وہ منصوبہ بھی بنا چکے تھے۔ ان کی وفات کے بعد یہ کام مفتی انوار الحق کے ہاتھوں انجام کو پہنچا۔ *نسخۂ حمیدیہ* میں اصل *نسخۂ بھوپال* اپنی اصل صورت میں جلوہ گر نہیں ہو سکا بلکہ مفتی صاحب نے اس میں متداول مطبوعہ دواوین سے بھی اشعار بڑھا دیئے ہیں۔ وہ *نسخۂ حمیدیہ* کی تمہید میں لکھتے ہیں:۔

> ارادہ یہ ہے کہ ناظرین کے سامنے غالب کے کلام کا ایک مکمل مجموعہ پیش کیا جائے اور ساتھ ہی قلمی اور مروجہ دیوانوں کے شعر بھی پہلو بہ پہلو دکھائے جائیں۔ ۶

مفتی صاحب کے اس ارادے سے *نسخۂ بھوپال* اپنی جداگانہ شکل میں مشخص نہ ہو سکا اور بقول ڈاکٹر سیّد معین الرحمٰن:

> اسے مفتی محمد انوار الحق کے وسائل کی حد تک ''کلیاتِ اُردو'' سمجھنا چاہیے۔ ۷

مفتی صاحب نے *نسخۂ حمیدیہ* میں شامل ہونے والا متداول کلام کن ''مروجہ دیوانوں'' سے لیا، ''تمہید'' میں کچھ ذکر نہیں ملتا۔ البتہ حواشی میں حسرت موہانی اور نظامی بدایونی کے شائع کردہ دواوینِ غالب کے حوالے آئے ہیں۔ ناظرین کی دلچسپی کے لیے اُنہوں نے ''تمہید'' میں ایک نقشہ دیا ہے جس میں ''ردیف وار قلمی اور مطبوعہ دیوانوں کی غزلوں اور شعروں کی تعداد'' بتانا

مقصود ہے۔ نقشے میں قلمی دیوان کے بالمقابل مطبوعہ دیوانوں کی بجائے کسی ایک ''مطبوعہ دیوان''[۸] کی صرف غزلیات اوران کے اشعار کی تعداد درج کی ہے۔

نسخۂ حمیدیہ ۱۹۲۱ء میں تین مختلف وضع کے سرورق کے ساتھ شائع ہوا۔[۹] ۱۹۲۱ء میں مفید عام اسٹیم پریس آگرہ میں محمد قادر علی خاں صوفی کے اہتمام سے چھپنے والے ایڈیشن کے صفحہ ا پر محمد حمید اللہ خاں کا ''سرنامہ'' ہے اور صفحہ ۳ سے مفتی انوار الحق کی ''تمہید'' شروع ہو کر صفحہ ۲۴ پر ختم ہو رہی ہے۔ اس کے بعد غالب کی تصویر اور پھر نئے نمبر شمار کے صفحہ ا سے ''دیوانِ غالب جدید'' کی غزلیات شروع ہوتی ہیں۔ صفحہ ۲۸۸ پر غزلیات تمام ہونے کے بعد، قصائد، مثنوی، قطعات اور رباعیات ہیں متن کا آخری صفحہ ۳۴۲ ہے۔

نسخۂ حمیدیہ میں ردیف وار غزلیات تین طرح یا درجوں میں شامل کی گئی ہیں۔ ہر ردیف کے شروع میں ''قلمی نسخے کی غزل (غزلیں) بجنسہٖ نقل کر دی ہے اور اس میں جو شعر مروجہ دیوان میں موجود ہیں اُن کے سامنے ''م'' لکھ دیا ہے''۔ اس کے بعد ''اس ردیف کی قلمی نسخے کی وہ غزلیں لکھ دی گئی ہیں ....جن کا کوئی شعر بھی مروّجہ دیوان میں موجود نہیں'' اور پھر آخر میں اسی ردیف کی ''مروجہ دیوان کی وہ غزلیں درج کی ہیں .... جن کا کوئی شعر قلمی نسخے میں نہیں ہے''۔

مذکورہ ہر ردیف کی غزلوں کے تین درجوں کو کوئی عنوان نہیں دیا گیا البتہ ہر درجے یا قسم کی غزلیں شروع ہونے پر علامتِ حاشیہ دے کر نیچے لکھ دیا کہ اب اس نوع کی غزلیں شروع ہو رہی ہیں۔

نسخۂ حمیدیہ کی چند نمایاں خصوصیات ذیل میں درج کی جاتی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ نسخۂ حمیدیہ کے ذریعے غالب کے اردو کلام کو تاریخی ترتیب سے دیکھنے اور اُن کے ذہنی ارتقاء کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے:

(۱) اس کے ذریعے، غالب کا پچیس برس تک کی عمر کا ابتدائی کلام پہلی بار سامنے آتا ہے۔

(۲) نسخۂ بھوپال اور متداول دیوان کے مشترک اشعار کو ''م'' سے ممتاز کرنے کا عمل کامل طور پر نہیں اپنایا گیا لیکن اس سے بڑی حد تک اندازہ ہو جاتا ہے کہ نسخۂ بھوپال کے کون سے ایسے اشعار تھے جنہیں غالب نے متداول میں بجنسہٖ برقرار رہنے دیا۔

(۳) اصل نسخے میں موجود ترامیم کی آخری شکل متن میں ہے اور پہلی صورت حاشیے میں درج ہے۔

(۴) نسخۂ بھوپال کے وہ ترمیم شدہ اشعار یا مصرعے جو قلمی دیوان میں کچھ ہیں اور بعد میں تبدیل کر دیے گئے، اُن کی بھی نشاندہی ہو جاتی ہے کہ اُس کی دونوں صورتوں کو متن میں اوپر نیچے درج کر دیا گیا ہے۔

(۵) نسخۂ بھوپال کے حاشیے کے اکثر اشعار بھی، جو بعد میں بڑھائے جاتے رہے حواشی کے ذریعے نشان زد کر دیے گئے ہیں۔

(۶) حسرت موہانی اور نظامی بدایونی کے ایڈیشنوں کے آخر میں درج غیر مروجہ کلام نسخۂ حمیدیہ کے متن میں جہاں آیا ہے اُس کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

نسخۂ حمیدیہ میں گو اصل قلمی نسخۂ بھوپال کو جداگانہ حیثیت حاصل نہیں ہو سکی اور تھوڑی سی محنت سے اسے مزید کار آمد بنایا جا سکتا تھا لیکن پھر بھی، مفتی صاحب کے طریقۂ کار یا احتیاط اور اہتمام کے ذریعے، اس میں نسخۂ بھوپال کے متن اور حاشیے کے غیر مطبوعہ کلام، قلمی اور متداول میں مشترک اور ترمیم شدہ کلام کی بعض تسامحات کے باوجود بڑی حد تک وضاحت ہو جاتی ہے اور آسانی سے یہ بات دیکھی جا سکتی ہے کہ غالب نے اپنے کلام میں کیا کیا ترامیم یا ردّ و بدل کیا اور کس طرح اُن کے معیارِ سخن میں تبدیلی آتی گئی۔ غالب کے قلم زد اور منتخب کلام کو ایک ساتھ شائع کر کے مفتی صاحب نے شعوری طور پر غالب کے ذہنی ارتقا کو سمجھنے کے سامان فراہم کیے ہیں۔ اُنہیں یہ اعزاز اور امتیاز نسخۂ بھوپال کے طفیل حاصل ہوا ہے کہ کلامِ غالب کو تاریخی ترتیب سے پیش کرنے والوں میں وہ پہلے شخص قرار دیے گئے۔ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

> دیوانِ غالب کی تاریخی تدوین میں سب سے پہلا قدم مفتی انوار الحق نے اُٹھایا۔[۱۰]
>
> مفتی صاحب یہ بات آئینہ کرنا چاہتے تھے کہ:
>
> اصل دیوان میں کون کون سے شعر حذف کر دیے گئے تھے اور پھر بعد میں غالب نے ان میں کیا کیا ردوبدل کیا۔[۱۱]
>
> یقیناً اس سے یہ معلوم کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے کہ:
>
> ابتدا میں غالب کے دیوان کی کیا شان تھی اور بعد میں کیا ہو گئی۔[۱۲]

مفتی انوار الحق نے ''تمہید'' میں غالب کے ابتدائی پچیس برس تک کے کلام کا جائزہ لیتے ہوئے اس کی قدر و منزلت اور معنویت بھی واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور غالب کے اس قلم زد کلام کی اشاعت کا جواز بھی پیش کیا ہے کہ اس سے ان کے ذہنی سفر کا اندازہ ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں:

> اس قلمی نسخے کے مل جانے سے ہم کو غالب جیسے مُسلّم الثبوت اور قادرالکلام اُستاد کی شاعری کے درجہ بدرجہ نمونے نظر آتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں اس کے اشعار کا کیا انداز تھا اور پھر اس میں رفتہ رفتہ کیا تغیر ہوا........... یہ بھی پتہ لگتا (چلتا) ہے کہ پچیس برس کی عمر میں بھی اس کی شاعری کس قدر ترقی کر چکی تھی اور ابتدائی دِقّت اور غرابت کے مقابلے میں کتنی روانی اور سلاست پیدا ہوگئی تھی۔ [۱۳]

ڈاکٹر سیّد عبداللطیف نے ۱۹۲۸ء میں غالب پر انگریزی زبان میں کتاب لکھی جس کا اُردو ترجمہ سیّد معین الدین قریشی نے کیا جو ۱۹۳۲ء میں *غالب حیات اور اُردو شاعری کی تنقیدی تحسین* کے نام سے، دکن لا رپورٹ پریس، جام باغ حیدر آباد سے شائع ہوا۔ غالب کے ذہنی ارتقا کو سمجھنے کے لیے ان کے کلامِ نظم و نثر کو تاریخی ترتیب سے پیش کرنے کا کامل احساس سب سے پہلے ڈاکٹر عبداللطیف کو ہوا۔ ان سے پہلے مفتی انوار الحق کی ابتدائی کوشش محدود تھی انھوں نے صرف تاریخی ترتیب کا احساس رکھتے ہوئے *نسخۂ حمیدیہ* کی صورت میں غیر مطبوعہ مواد فراہم کیا۔ ڈاکٹر عبداللطیف نے نظم کے ساتھ نثر کو بھی شامل کیا اور ادوار بھی متعین کیے۔ اپنی کتاب *غالب*........... کے تیسرے باب ''مواد اور اس کی تاریخی ترتیب'' میں انھوں نے کلامِ غالب اور خطوطِ غالب کو تاریخی ترتیب سے مرتّب کرنے کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا اور اس کے لیے کچھ اصول بھی وضع کیے۔ کلامِ غالب اُردو کے بارے میں لکھتے ہیں:

> غالب کے کلام کی ایسی تقسیم جو بلحاظِ تاریخی ارتقاء مختلف ادوارِ حیات کو ظاہر کر دے، اس کے ذہن و کمال کے ارتقا کی تحقیق میں مفید ثابت ہو سکتی ہے........... ادبی تنقید کے لیے کام کی بات تو یہی ہے کہ اس (غالب) کا ذہن کس طرح نشو و نما پاتا رہا اور مختلف دوروں اور منزلوں میں اس کے جلوے کس طرح ظاہر ہوتے رہے۔ اسی کے مدِنظر ہم ذیل میں اس کے کارناموں کی تاریخی ترتیب کا ایک ممکن طریقہ پیش کرتے ہیں۔ [۱۴]

کلامِ غالب کو تاریخی ترتیب سے پیش کرنے کے متعدّد ممکنہ طریقے اور اصول بتانے کے بعد، ڈاکٹر عبداللطیف نے اُس وقت تک کے موجود مواد کے پیشِ نظر، اپنی کتاب کے اسی تیسرے باب میں، پہلی بار غالب کے اُردو کلام کے حسبِ ذیل چار ادوار مقرر کیے ہیں:

> (۱) کلامِ غالب کی پہلی قسط وہ ہے جو بھوپالی نسخۂ کے متن (۱۸۲۱ء) میں موجود ہے۔

بنیاد جلد دوم شمارہ:۱، ۲۰۱۱ء

> (۲) دوسری قسط ان اشعار کی ہے جو بھوپالی نسخہ کے حاشیہ پر درج ہے اور جو ۱۸۲۲ء تا ۱۸۳۲ء کے دور پر حاوی ہیں۔
>
> (۳) تیسری قسط ان اشعار پر مشتمل ہوگی جو بھوپالی نسخہ میں موجود نہیں ہیں اور صرف رامپور والے نسخہ میں پائے جاتے ہیں۔ اس کو ۱۸۳۳ء تا ۱۸۵۵ء سے منسوب کرنا چاہیے۔
>
> (۴) چوتھی قسط ۱۸۵۶ء تا ۱۸۶۹ء کے دور سے متعلق ہوگی۔ [۱۵]

۱۹۲۸ء تک غالب کے تین قلمی نسخے آ چکے تھے اور یہ تینوں ڈاکٹر عبداللطیف کے علم میں بھی تھے۔ ان کی کتاب *غالب*........... کے آخر میں ضمیمہ نمبر ا میں ان تینوں کا ذکر ملتا ہے۔ ڈاکٹر عبداللطیف نے سر اکبر حیدری (نواب حیدر نواز جنگ بہادر صدر المہام فینانس حکومت نظام) کے توسط سے ڈاکٹر ولی محمد سیکریٹری ریاست بھوپال سے *نسخۂ بھوپال* (۱۸۲۱ء) منگوایا اور اس سے استفادہ کیا۔ پھر انہی کے توسط سے مولانا نظامی بدایونی سے ۱۲۴۸ھ والا نسخہ منگوانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مل سکا البتہ نظامی بدایونی نے رام پور لائبریری میں موجود ۱۸۵۵ء کے قلمی نسخے کی موجودگی کی طرف توجہ دلائی۔ ڈاکٹر عبداللطیف نے اسے حاصل کرنے یا اسے دیکھنے کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ اس طرح نظر بظاہر دیکھا جائے تو غالب کے اُردو کلام کی تاریخی ترتیب کا خاکہ بناتے ہوئے یا *دیوانِ غالب* کو تاریخی ترتیب سے مرتّب کرتے ہوئے، *دیوانِ غالب* کے قلمی نسخوں میں سے صرف *نسخۂ بھوپال* ان کے سامنے رہا ہے۔

ڈاکٹر عبداللطیف کی متعین کردہ، مذکورہ صدر کلامِ غالب کی ادوار بندی میں سے دوسری اور تیسری قسط کی ذیل میں آنے والا کلام محلِ نظر ہے۔ دوسری قسط یا دوسرے دور میں انھوں نے *نسخۂ بھوپال* کے حاشیے کے کلام کو ۱۸۲۲ء سے ۱۸۳۲ء کے درمیان کا بتایا ہے اور تیسری قسط میں *نسخۂ رام پور جدید* (۱۸۵۵ء) کی بنا پر ۱۸۳۳ء سے بعد کے تمام کلام کو ۱۸۵۵ء تک کے دور سے منسوب کیا ہے۔ ڈاکٹر عبداللطیف کا یہ کہنا درست معلوم نہیں ہوتا کہ *نسخۂ بھوپال* کے حاشیے میں ۱۸۳۲ء سے پہلے کا تمام کلام شامل ہے اور نہ یہ کہنا ہی درست ہے کہ جو کلام *نسخۂ بھوپال* کے حاشیے میں نہیں ہے وہ سب ۱۸۳۲ء کے بعد کا ہے۔ شیفتہ کے تذکرہ *گُلشنِ بے خار* (۱۸۳۲ء) میں ایسی غزلوں کے اشعار درج ہیں جو *نسخۂ بھوپال* کے حاشیے میں نہیں اور پھر ''چکنی ڈلی'' والا قطعہ بھی ۱۸۳۲ء سے پہلے کا ہے لیکن وہ بھی *نسخۂ بھوپال* کے حاشیے میں نہیں ہے۔ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں کہ:

> ان (ڈاکٹر عبداللطیف) کی یہ رائے غلط ہے کہ جو اشعار قلمی نسخے (نسخۂ بھوپال) کے حاشیے میں درج نہیں وہ سب ۱۸۳۲ء کے بعد کے ہیں.......... یہ نتیجہ (بھی) اخذ نہیں ہو سکتا کہ قلمی نسخہ ۱۸۳۲ء کے بعد کے تمام اشعار کی مکمل یادداشت ہے۔ [۱۶]

دراصل ڈاکٹر عبداللطیف سے سہو ہوا کہ انہوں نے *نسخۂ بھوپال* کے حاشیے کے اشعار کو ۱۸۳۲ء تک کے زمانے سے مشروط اور محدود کر دیا۔ اگر وہ اس دوسرے دور میں *نسخۂ بھوپال* کے حاشیے کے اشعار سمیت، غالب کے پہلے انتخاب مکتوبہ ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۳ء) تک اسے لے جاتے تو بہتر تھا۔ لیکن وہ اس نسخے (۱۸۳۳ء) کا ذکر کرنا بھول گئے اور اسے ادوار بندی میں شامل نہیں رکھا۔ حالانکہ *نسخۂ رام پور جدید* (۱۸۵۵) بھی اُن کا دیکھا ہوا نہیں۔ [۱۷] لیکن اُس کو ادوار بندی میں انہوں نے شامل رکھا ہے۔

ڈاکٹر عبداللطیف غالب سے مرعوب ہیں نہ اُن کے نقادوں سے مطمئن، اُنہوں نے اپنی کتاب *غالب*.......... میں نہ صرف غالب کے ذہنی ارتقا کو سمجھنے کے اصول اور طریقے بتائے ہیں بلکہ کلامِ نظم و نثرِ غالب کی تاریخی اہمیت کے ادراک سے سوانحِ غالب کی کچھ غلط تعبیرات کی نشاندہی اور دُرستی بھی کی ہے۔ انہوں نے *دیوانِ غالب* اُردو پر اپنے وضع کردہ اصولوں کے اطلاق کی کوشش بھی کی تھی لیکن وہ بار آور نہ ہوسکی۔ ۱۹۲۸ء ہی میں *دیوانِ غالب* اُردو کو تاریخی ترتیب سے مرتّب کیا جو حادثے کی نذر رہا اور شائع نہ ہو سکا۔ اُس کا جتنا حِصّہ طبع ہوا اور محفوظ رہ گیا، اُس میں، مولانا امتیاز علی خاں عرشی کے مطابق ۱۲۲۵ھ تا ۱۲۳۷ھ تک کی ۶۹ غزلیں شامل ہیں۔ *لطیف ایڈیشن* کا یہ موجود اور محفوظ مطبوعہ حِصّہ مولانا امتیاز علی عرشی کے پاس سیّد تمکین کاظمی کے ذریعے پہنچا جس کا تعارف اُنہوں نے *نسخۂ عرشی* طبع دوم میں مقدمے کے صفحہ ۱۵۰ اور ۱۵۱ پر کرایا ہے۔ مولانا عرشی لکھتے ہیں:

> ۱۹۲۸ء میں ڈاکٹر عبداللطیف صاحب حیدر آبادی نے کلامِ غالب کو تاریخی ترتیب سے مطالعہ کرنے کی ضرورت کا احساس کر کے پورے دیوان کو تاریخ وار مرتّب کیا مگر ان کے مرتّبہ نسخے کی طباعت مکمل نہ ہوسکی۔ [۱۸]

ڈاکٹر عبداللطیف کا مرتّب کردہ *دیوانِ غالب* اور اُن کی تنقیدی کتاب *غالب* ایک ساتھ ہی چھپ رہے تھے۔ ''غالب'' میں جگہ جگہ حاشیے میں وہ لکھتے ہیں کہ ''دیکھیے راقم الحروف کا تاریخی ترتیب سے مرتّب کردہ *دیوانِ غالب* لیکن اس کی اشاعت یا مطبع کا کہیں حوالہ نہیں آیا۔ شیخ

محمد اکرام ان کی ترتیب کو پہلی باقاعدہ کوشش قرار دیتے ہیں وہ *ارمغانِ غالب* میں لکھتے ہیں:

> مفتی انوارالحق کے بعد دیوانِ غالب کی ترتیب کی سب سے پہلی باقاعدہ کوشش ڈاکٹر سیّد عبداللطیف نے کی..........۔ [۱۹]

مولانا امتیاز علی عرشی سے پہلے، کلامِ غالب کی تاریخی ترتیب کی سب سے آخری اور بڑی حد تک ایک جامع کوشش شیخ محمد اکرام کی ہے۔ اُنہوں نے ۱۹۳۶ء میں *غالب نامہ* کے ذریعے ڈاکٹر عبداللطیف کی نامکمل کوشش کو تکمیل تک پہنچایا۔ ان کی یہ کتاب پہلی بار ۱۹۳۶ء میں مرکنٹائل پریس لاہور سے چھپ کر، دفتر مسلم گجرات، سورت، بمبئی سے شائع ہوئی۔ اس میں ''تمہید'' کے بعد ''تذکرہ'' کے عنوان سے غالب کی سوانح ہے پھر ''تبصرہ'' کے تحت غالب کے فکر وفن پر روشنی ڈالی ہے۔

''انتخاب'' کے سرورق اور فہرست کے بعد ''کلامِ غالب کی تاریخی تدوین'' کے عنوان سے مضمون ہے جس میں انہوں نے اپنی تحقیق و تلاش، طریقِ کار، کلامِ غالب کے ادوار اور اس کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ پھر انتخاب شروع ہوتا ہے جسے چار حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔ شیخ اکرام نے *غالب نامہ* کی دوسری اور تیسری اشاعت میں بھی ترمیم و اضافے کیے اور پھر اس کی چوتھی اشاعت میں سوانحِ غالب اور اُن کی شاعری پر تبصرے کو مستقل کتابی شکل دے دی اور تاریخی ترتیب سے کلام غالب کے انتخاب کو الگ سے *ارمغانِ غالب* کے نام سے شائع کیا۔

شیخ اکرام کی *ارمغانِ غالب* (حِصّہ نظم)، مرکنٹائل پریس لاہور میں طبع ہو کر تاج آفس، محمد علی روڈ بمبئی سے شائع ہوئی۔ اس پر سالِ اشاعت کہیں درج نہیں۔ دیباچے کے آخر میں بھی نہیں ہے البتہ دیباچے کی معلومات کے مطابق اس کا سالِ اشاعت ۱۹۴۴ء قرار دیا جا سکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> آج سے کوئی آٹھ سال پہلے ہم نے *غالب نامہ* میں منتخب کلامِ غالب کو تاریخی ترتیب سے مرتّب کیا تھا۔ [۲۰]

غالب نامہ ۱۹۳۶ء میں پہلی بار چھپی۔ آٹھ برس بعد *ارمغانِ غالب* کے چھپنے کے حوالے سے *ارمغانِ غالب* کو ۱۹۴۴ء کی اشاعت خیال کرنا چاہیے۔

> ''ارمغانِ غالب'' کے مذکورہ ایڈیشن کے اندرونی سرورق پر یہ تحریر درج ہے۔
>
> ''مرزا غالب کے اُردو اور فارسی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلام کا انتخاب تاریخی ترتیب سے''۔

فہرست میں پانچ عنوانات کے تحت مع تواریخِ ادوار، غالب کے اُردو فارسی کلام کو تقسیم کیا ہے۔ اس کے بعد دو صفحے کا دیباچہ اور پھر ''کلامِ غالب کی تاریخی تدوین'' صفحہ ۲۴ پر ''فہرست مآخذ'' اور ۲۵ سے انتخابِ کلام کا پہلا حصّہ بطور سرورق، صفحہ ۲۷ پر فارسی زبان میں ۱۲۴۸ھ کا تحریر کردہ ''دیباچہ دیوانِ ریختہ'' اور ۲۸ پر ''تشریحات'' کے عنوان سے انتخاب کے بارے میں چند مزید تصریحات ہیں۔ صفحہ ۲۹ سے پانچ مختلف ادوار میں منقسم انتخاب شروع ہو کر، کتاب کے آخری صفحہ ۳۲۰ پر ختم ہوتا ہے۔ *ارمغانِ غالب* میں شیخ محمد اکرام نے غالب کے اُردو فارسی کلام کے انتخاب کو مندرجہ ذیل پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے:

پہلا دور (ریختہ: ۱۸۰۷ء تا ۱۸۲۱ء):

اس دور میں وہ منتخب اشعار ہیں ''جو پچیس برس کی عمر سے پہلے لکھے جا چکے تھے اور نسخۂ حمیدیہ کے متن میں موجود ہیں''۔ شیخ اکرام نے اس پہلے دور کو بھی دو مزید ادوار ''رنگِ بیدل'' اور ''بادۂ نیم رس'' میں تقسیم کیا ہے اور اُن کے مطابق ''رنگِ بیدل'' کے ضمن میں اُن غزلوں کے اشعار درج ہیں جنھیں مروّجہ دیوان مرتّب کرتے وقت مصنف نے بالکل نظر انداز کر دیا''۔ اسی طرح ''بادہ نیم رس'' کے تحت ان غزلیات اور قصائد کا انتخاب ہے جنھیں شاعر نے پچیس برس کی عمر سے پہلے لکھا تھا اور جن کے اکثر اشعار منتخب دیوانِ ریختہ میں موجود ہیں۔'' *ارمغانِ غالب* میں یہ پہلا دور صفحہ ۱۰۳ پر ختم ہوتا ہے۔

دوسرا دور (خمخانۂ شباب: ۱۸۲۱ء تا ۱۸۲۷ء):

یہاں ''وہ اُردو اشعار ہیں جو نسخۂ حمیدیہ کے متن میں درج نہیں لیکن اس قلمی نسخے میں موجود ہیں جو پروفیسر شیرانی کے کتب خانے کی زینت ہے''۔

تیسرا دور (بہارِ عجم: ۱۸۲۷ء تا ۱۸۴۷ء):

شیخ اکرام کے مطابق ۱۸۲۷ء سے ۱۸۴۷ء تک کے بیس برسوں میں غالب کی زیادہ توجہ فارسی شعر گوئی کی طرف رہی اس لیے اس تیسرے دور میں زیادہ تر غالب کے فارسی اشعار کا انتخاب ہے۔ شیخ اکرم نے اس دور کو مزید چار حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔

(ا) ''لالۂ صحرا'' کے تحت، ۱۸۲۷ء سے ۱۸۳۰ء تک کا وہ فارسی کلام ہے جو سفرِ کلکتہ کی یادگار ہے۔

(ب) ''گلِ رعنا'' کے عنوان سے ۱۸۳۰ء سے ۱۸۳۷ء تک کا کلام ہے جو سفرِ کلکتہ کے بعد کا ہے اور قلمی نسخہ فارسی بانکی پور (۱۸۳۸ء) میں موجود ہے۔

(ج) ''بادۂ شیراز'' میں ۱۸۳۸ء سے ۱۸۴۷ء تک کے اشعار کا انتخاب ہے جو نسخۂ بانکی پور کے بعد لکھے گئے، *دیوانِ غالب فارسی مطبوعہ* ۱۸۴۵ء میں موجود ہیں۔

(د) ''گلبنِ ہندی'' کے تحت ۱۸۲۷ء سے ۱۸۴۷ء تک کے بیس برسوں کا اُردو کلام شامل ہے۔ جو نسخۂ شیرانی کے علاوہ *انتخابِ غالب* (۱۲۴۸ھ بمطابق ۱۸۳۳ء) اور پہلے دونوں مطبوعہ ایڈیشنوں میں ہے۔

چوتھا دور (نوائے ظفر: ۱۸۴۷ء تا ۱۸۵۷ء):

''اس دور میں وہ اُردو اشعار ہیں جو اُردو دیوان کے دوسرے مطبوعہ نسخہ ۱۸۴۷ء میں درج نہیں۔ لیکن اس قلمی نسخے میں موجود ہیں جو مرزا نے ۱۸۵۷ء میں رام پور بھیجا''، یعنی *نسخہ رام پور جدید*، مکتوبہ ۱۸۵۵ء۔

پانچواں دور (چراغِ سحری: ۱۸۵۷ء تا ۱۸۶۹ء):

شیخ اکرام نے اس پانچویں اور آخری دور میں ان اُردو اور منتخب فارسی اشعار کو شامل کیا ہے۔ ''جو غدر کے بعد لکھے گئے''۔

کلامِ غالب کے مقرر کردہ مذکورہ پانچ ادوار میں سے تیسرا زیادہ تر فارسی انتخاب پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ بھی تقریباً تمام ادوار کے آخر میں کچھ نہ کچھ فارسی کلام بھی درج ہے۔ شیخ اکرام نے جگہ جگہ اُردو فارسی کلام کی تقریباً ہر منتخب صنف پر اپنی طرف سے عنوانات بھی درج کر دیئے ہیں حتی کہ ہر دوز بانوں کی اکثر غزلیات بھی کسی نہ کسی عنوان سے مزیّن ہیں۔

اس انتخاب سے استفادے کے لیے شیخ اکرام نے ''تشریحات'' کے تحت تین علامتوں کے اہتمام کی نشاندہی کی ہے کہ انتخاب میں جہاں کسی شعر کے مقابل ''م'' لکھا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ شعر بعد کا اضافہ ہے جہاں شعر کے مقابل ''ق'' درج ہے تو اس شعر کو اس دور سے پہلے کا سمجھنا چاہیے اور تیسری علامت یہ کہ اگر ایک غزل کے چند اشعار ایک ''لکیر'' کے بعد درج ہیں تو یہ بھی بعد کا اضافہ ہیں۔

شیخ اکرام نے کلامِ غالب کی تاریخی ترتیب اور اس کی ادوار بندی میں ڈاکٹر عبداللطیف سے استفادہ کیا اور اس کا اعتراف بھی کیا وہ لکھتے ہیں:

> ڈاکٹر صاحب (عبداللطیف) کی کتاب (*غالب*) کلامِ غالب کو کسی علمی اصول کے تحت مرتّب کرنے کی پہلی ٹھوس کوشش ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے ہی شاعر کے کلام کو تاریخی ترتیب سے مطالعہ کرنے کی ضرورت محسوس کی.......... کلامِ غالب کی تاریخی تدوین کا خیال ہمیں ڈاکٹر لطیف کی کتاب پڑھ کر ہوا۔ ۲۱

کلامِ غالب کو سمجھنے یا سمجھانے اور تاریخی تناظر میں پرکھنے کا خیال، شیخ اکرام کو ڈاکٹر عبداللطیف ہی کی کتاب پڑھ کر ہوا لیکن انہوں نے اس خیال کو کئی حوالوں سے وسیع پیمانے پر اپنایا اور اس کا اظہار کیا۔ کلامِ غالب کی محض ادوار بندی ہی اہم نہیں۔ ان مختلف ادوار کے کلام کا تجزیہ اور اس کی قدر بندی کی اپنی جگہ ایک بڑی اہمیت ہے۔ ڈاکٹر عبداللطیف نے یوں تو غالب کے کلام کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے لیکن وہ بھرپور تجزیہ یا تفہیم نہیں کر سکے۔ اپنے ہی وضع کردہ کلامِ غالب کے پہلے دو ادوار، جو ۱۸۳۲ء تک کے کلام پر مشتمل ہیں اس کے بارے میں ان کی ایک ہی رائے ہے۔ اُن کے مطابق:

> پہلے دس سال (کے) کلام (سے).......... ابتدائی طریقۂ اظہار کے اصلی ہیجانات ظاہر ہوتے ہیں یا شاعرانہ اظہار کی ذہنی مشق یا فرمائشی شعر و غزل گوئی کی قابلیت معلوم ہوتی ہے .... دوسرے حصّہ کلام پر بھی.......... یہی صادق آتا ہے۔ ۲۲

جب ۱۸۳۲ء تک کا کلام ایک ہی طرز کا ہے تو اسے دو ادوار میں تقسیم کرنے کی کیا ضرورت؟ پھر یہ کہ باقی دو ادوار کے بارے میں سرے سے کوئی رائے نہیں دی ہے۔ دوسرا یہ کہ ڈاکٹر عبداللطیف نے غالب کے ذہنی ارتقاء کو سمجھنے کے لیے صرف اُردو کلام پر اکتفا کیا ہے۔

شیخ محمد اکرام کی کوشش کئی حوالوں سے اہم اور ممتاز ہے۔ ایک تو اُنہوں نے غالب کے فارسی کلام کو بھی اہمیت دی اور اپنے انتخاب کا حصّہ بنایا اور اسے زمانی ترتیب میں لینے کی کوشش کی۔ دوسرا یہ کہ اُنہوں نے کلامِ غالب کی نہ صرف ادوار بندی کی ہے بلکہ اس پر تنقیدی نظر بھی ڈالی ہے۔ *غالب نامہ* کے پہلے ایڈیشن (۱۹۳۶ء) میں اُنہوں نے جو ادوار مقرر کیے تھے، ہر دور کے کلام کی الگ الگ خصوصیات بھی بیان کی تھیں۔ ترمیم و اضافہ کے بعد *غالب نامہ* کے چوتھے ایڈیشن (۱۹۴۴ء) کے جزو اوّل موسوم بہ *آثارِ غالب* میں اُنہوں نے، غالب کے شعری ادوار کی مانند، خود اُن کی زندگی کے بھی پانچ ادوار مقرر کیے اور پھر اُس پس منظر میں ''غالب کا ادبی ارتقاء'' کے عنوان سے ایک طویل باب باندھا، جس میں ہر دور کے کلام کی جداگانہ

خصوصیات کو نمایاں کیا ہے۔ گویا غالب کی زندگی کے نشیب و فراز اور اُن کی ذہنی کیفیات کی تبدیلیوں کو اُن کی شاعری میں تلاش کیا ہے اور زندگی کے حالات و واقعات کو اُن کی شاعری سے تطبیق دینے کی کوشش ہے۔ اس سلسلے میں اُنہوں نے اپنے حوالوں اور ماخذ کو بھی بہت بڑھایا اور پھیلایا ہے اور ڈاکٹر عبداللطیف سے کہیں زیادہ ماخذ سے استفادہ کیا ہے۔

شیخ محمد اکرام کی یہ کوشش، ان سے پہلے کی کلام غالب کی تاریخی ترتیب کی تمام کوششوں سے زیادہ بہتر اور سودمند ہے۔ لیکن غالب کے ذہنی ارتقا کو سمجھنے کے لیے شیخ محمد اکرام کی اس دیدہ ریزی کے باوجود کچھ الجھنیں رہ جاتی ہیں۔ مولانا عرشی *غالب نامہ* کے پہلے ایڈیشن کے بارے میں لکھتے ہیں:

> اس میں ایک تو تصحیحِ اشعار کا کام نظرانداز کر دیا گیا تھا۔ دوسرے متداول حصّے کو ایک جگہ نہیں رکھا گیا تھا جس سے اصل دیوان میں انتشار پیدا ہو گیا تھا۔ ۲۳

مولانا عرشی کی یہ رائے *غالب نامہ* کے پہلے ایڈیشن (۱۹۳۶ء) کے بارے میں ہے۔ شیخ اکرام نے اس کی بعد کی اشاعتوں میں تصحیح اور ترتیب اشعار کو بڑی حد تک بہتر کر لیا لیکن ان کے طریقۂ کار کے مطابق متداول دیوان ایک جگہ نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ دوسرا یہ کہ اس میں حواشی برائے نام ہیں اور بعد میں نئے مآخذ کے سامنے آ جانے پر ترتیبِ اشعار میں بھی تبدیلی کی ضرورت تھی۔

مولانا عرشی نے *نسخۂ عرشی* کے دیباچے میں ''جدید ترتیب دیوان'' کے عنوان سے اپنے سے پہلے کی ترتیب و تدوین کی کوششوں میں جہاں نظامی بدایونی، مفتی انوار الحق، ڈاکٹر سیّد عبداللطیف اور شیخ محمد اکرام کا ذکر کیا ہے وہاں ان کے بعد، پیرزادہ محمد ابراہیم حنیف کے مرتبہ دیوانِ غالب کی ایک اشاعت کا ذکر بھی کیا ہے جو ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا اور *دیوانِ غالب* طبع دوم (۱۸۴۷ء) کے مطبوعہ ایڈیشن پر مبنی تھا۔ مولانا عرشی نے، پیرزادہ محمد حنیف کے مرتبہ اس دیوان غالب کو *نسخۂ عرشی* کے اختلافِ نسخ میں کہیں جگہ نہیں دی صرف دیباچے میں ذیل کی چند سطروں میں تعارف کروایا ہے:

> ۱۹۳۸ء میں پیرزادہ محمد حنیف صاحب نے ایک نسخہ شائع کیا جو ۱۸۴۷ء کے مطبوعہ ایڈیشن پر مبنی تھا۔ اس میں تمام اصنافِ سخن کو ردیف وار اس طرح مرتّب کیا گیا تھا کہ ردیف الف کے سب اشعار، خواہ غزل کے ہوں یا کسی دوسری صنف کے، ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ اس

صورتِ حال نے اُن کے نسخے کو شتر گربہ کر دیا تھا اور وہ انڈکس ہو کر رہ گیا تھا۔ [۲۴]

مولانا عرشی نے جدید ترتیب دیوان کی کوششوں میں پیرزادہ محمد حنیف کے ایڈیشن کا ذکر اخلاقاً فرما دیا ہے ورنہ اس کی ترتیب میں جدت صرف یہ ہے کہ کلامِ غالب کی تمام اصناف کو ردیف وار یکجا کر دیا گیا ہے۔ جو کلامِ غالب کی تدوین یا تاریخی ترتیب میں سود مند ہے نہ اس روایت میں کوئی اضافے کا باعث۔

اس کی کچھ مزید حقیقت یہ ہے کہ یہ ایڈیشن پیرزادہ محمد حنیف نے *درسِ غالب* کے نام سے مرتّب کیا اور پہلی بار ۱۹۳۸ء میں مظفّر بک ڈپو، لاہور سے شائع ہوا۔ اس کی اشاعت کی غرض و غایت، مرتّب اپنے دیباچے میں یوں بیان کرتے ہیں:

> کلامِ غالب کے محترم شائقین میں بالعموم کالجز کے اساتذہ اور طلبا کا اعلیٰ طبقہ خاص امتیازی شان رکھتا ہے۔ اس لیے دانستہ عام اخباری یا شاعرانہ نکتۂ نظر کو نظر انداز کر کے اس درس غالب کو درسی طرز میں پیش کیا جاتا ہے اور اسی درسی مناسبت سے اس کا نام بھی درسِ غالب رکھا گیا ہے۔ [۲۵]

درسِ غالب میں موجود کلامِ غالب کے مآخذ کے بارے میں مرتّب لکھتے ہیں:

> بلحاظ کلام۔ درسِ غالب کے دو ماخذ ہیں:
>
> (۱) *مطبوعہ اردو دیوان غالب* ۱۸۴۷ء
>
> (۲) بعد کے کلام کے لیے، دوسرے عام مروّج *دیوانِ غالب*۔ [۲۶]

گویا *درس غالب* صرف *دیوانِ غالب* طبع دوم ۱۸۴۷ء پر مبنی نہیں ہے۔ اس میں دوسرے مروّجہ دواوینِ غالب سے بھی اشعار شامل کیے گئے ہیں لیکن ان ''دوسرے عام مروّج *دیوانِ غالب*'' کا کہیں حوالہ نہیں کہ کون سے ان کا مآخذ بنے۔ *دیوانِ غالب* کے دوسرے ایڈیشن (۱۸۴۷ء) میں کل اشعار ۱۱۵۸ [۲۷] ہیں جبکہ *درس غالب* کے دیباچے (حاشیہ صفحہ: ر) کے مطابق اس (*درسِ غالب*) میں ۱۸۸۰ اشعار ہیں یعنی طبع دوم (۱۸۴۷ء) سے ۷۲۲ شعر زیادہ ہیں۔ دوسرے مآخذ سے لیے گئے ان ۷۲۲ اشعار کو الگ سے درج نہیں کیا گیا بلکہ ردیف وار طبع دوم کے اشعار ہی میں داخل کر دیا ہے۔ اس طرح اس ایڈیشن میں طبع دوم (۱۸۴۷ء) کی انفرادیت یا شناخت بھی ختم ہو گئی ہے۔ ردیف وار کلام سے مختلف اصناف کی نشاندہی یا تخصیص بھی باقی نہیں رہی۔ کہیں، غزل، قصیدہ، سہرا، قطعہ یا رباعی کا عنوان دے دیا ہے اور اکثر جگہ اس

عنوان یا کسی نمبر شمار کے بغیر ہی مسلسل اور متواتر انداز میں درج ہیں۔ حدِ افراط تک ایک یہ التزام بھی کیا ہے کہ:

> 'حسبِ ضرورت جملہ ہائے معترضہ کو خطوط وحدانی میں لے لیا ہے۔ اور استفہام، تعجب، حیرت، افسوس، مسرّت وغیرہ کے موقعوں پر مناسب علامات لگا دی گئی ہیں۔ [۲۸]

املا اور طرزِ کتابت کے سلسلے میں بھی مرتّب *درسِ غالب* نے کچھ تصرفات کیے اور اسے مروّجہ رسم الخط کے مطابق پیش کرنے کی کوشش کی۔ اس لحاظ سے پیرزادہ ابراہیم حنیف نے بغیر کسی اصولِ تدوین کے، طلبا اور شائقین غالب کے لیے ایک عام ضرورت کو مدّنظر رکھ کے یہ کوشش کی، جس سے کم از کم ہر ردیف کے اشعار ایک جگہ جمع کر کے مطالعے میں آسانی پیدا کر دی۔ کلامِ غالب کی جدید ترتیب یا تدوین کی روایت میں اس کی کوئی اہمیت نہیں بنتی۔

نسخۂ عرشی سے پہلے *دیوانِ غالب اُردو* کی جدید ترتیب، تاریخی ترتیب یا تدوین کی مذکورہ کوششوں میں خود مولانا عرشی کی ایک کوشش بھی قابلِ ذکر ہے جس کے ذریعے سے محدود پیمانے پر ہی سہی کلامِ غالب کی تدوین ترتیب یا تصحیح کی ایک معیاری صورت بطور نمونہ، سامنے آتی ہے۔ مولانا عرشی کی یہ کوشش محدود اس لیے کہ یہ صرف غالب کے ایک اردو اور فارسی انتخاب کے قلمی نسخے کی اشاعت ہے۔ غالب نے نواب یوسف علی خاں والئی رام پور کی فرمائش پر اپنے اُردو اور فارسی کلام کا انتخاب ۱۸۶۶ء میں کیا اور رامپور بھیج دیا جس کا فارسی حِصّہ تو محفوظ کر لیا گیا لیکن اُردو حِصّہ ''رام پور لائبریری کے ردّی گھر میں پڑا رہا''۔ رام پور لائبریری سے مولانا عرشی نے اس مخطوطے کو نکال کر جدید اصول تدوین کے مطابق اسے مرتّب کیا اور شایانِ شان طریقے سے مطبع قیّمہ، بمبئ سے ۱۹۴۲ء میں حکومت رام پور کے تعاون سے شائع کروایا۔ اس *انتخاب غالب* کے حِصّہ اُردو میں ۱۸۴۸ اشعار شامل ہیں شروع میں پانچ صفحات پر مشتمل چیف منسٹر رام پور بشیر حسین زیدی کی ''تقریب'' ہے جس میں مخطوطے اور اس کی اشاعت کا تعارف ہے۔ اس کے بعد مولانا عرشی کا ''دیباچہ'' ہے جو صفحہ ی تا م (۶-۳۶) تک ہے۔ اس میں مولانا عرشی نے غالب کے اپنی اُردو اور فارسی شاعری کے بارے میں نظریات اور *انتخاب غالب* (مخطوطہ ۱۸۶۶ء) کی تمام جزوی تفصیلات بیان کی ہیں۔ اس کے بعد نئے نمبر شمار کے تحت ''انتخاب غالب فارسی'' شروع ہوتا ہے جو صفحہ ۱۸۲ پر تمام ہوا ہے۔ صفحہ ۱۸۳ سے ۳۱۸ تک ''انتخابِ غالب اُردو'' ہے۔

پھر ''شرح غالب'' کے عنوان سے صفحہ ۳۲۰ سے ۳۳۵ تک بالترتیب فارسی واردو حصّوں کے الگ الگ حواشی ہیں۔ پھراسی ترتیب سے صفحہ ۳۴۲ تک ''اختلافِ نسخ'' درج ہیں۔آخری دوصفحات پر انتخابِ غالب (جس میں اس ایڈیشن کے دیباچے کو شامل نہیں رکھا) کا ''اشاریہ'' ہے اس طرح زیرِنظر مطبوعہ انتخابِ غالب صفحہ ۳۴۴ پر تمام ہوتا ہے۔

مولانا عرشی کا مرتبہ یہ انتخابِ غالب حکومتِ رام پور کے سلسلۂ مطبوعات کی طرف حسنِ طباعت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے بالکل اسی انداز اور معیار کا جس طرح اس سے پہلے ۱۹۳۷ء میں مولانا عرشی کے مرتبہ مکاتیبِ غالب کی اشاعت عمل میں آئی تھی بلکہ اس لحاظ سے اس سے بھی بہتر کہ نہ صرف کاغذ دبیز، اعلیٰ معیاری اور ڈیلکس بلکہ متن کا ہرصفحہ رنگین جس کے چاروں طرف کے سفید زمین کے کاغذ نے حاشیے کا کام کیا ہے اور متن گویا فریم میں جَڑا ہوا ہے۔ شروع کی ''تقریب''، ''دیباچہ'' اورآخر کے حِصّہ ''شرح غالب'' و''اختلافِ نسخ'' کے اوراق کا رنگ ''انتخاب غالب اُردو و فارسی'' کے اوراق سے کم گہرا ہے، جس سے متن اور زیادہ نمایاں اور منفرد نظر آنے لگا ہے۔حسنِ طباعت کے علاوہ مولانا عرشی کی تحقیقی اور تدوینی صلاحیت کا بہترین نمونہ اور جدید اُصول تدوینِ کلام غالب کی بہترین مثال بھی ہے۔ ڈاکٹر سیّد معین الرحمٰن انتخابِ غالب کے صوری ومعنوی حسن کے بارے میں لکھتے ہیں:

> مولانا عرشی کی کئی سال کی دیدہ ریزی اور کوشش کے بعد یہ مجموعہ مثالی، صوری ومعنوی خوبیوں کے ساتھ منظرِ عام آیا۔ یہ دیدہ زیب ایڈیشن، دبیز کاغذ پر روشن ٹائپ میں شائع ہوا۔ یہ ڈی لکس ایڈیشن دیکھنے کی چیز ہے۔ اس کے صوری حسن کو لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ ۲۹

جدید انداز سے دیوانِ غالب اُردو کی ترتیب و تدوین میں انتخابِ غالب کی اہمیت اس حوالے سے بھی ہے کہ غالب نے دیوانِ غالب کی اپنی زندگی کی تمام اشاعتوں کے بعد اسے مطبع نظامی کانپور والے ایڈیشن (۱۸۶۲ء) سے منتخب کیا اور بقول مولانا عرشی:

> اس میں ایک دوتازہ اصلاحیں ہیں، اور وہ اہم بھی ہیں۔ ۳۰

یقیناً یہ اصلاحیں ایسی ہیں جو غالب کی زندگی کے کسی دوسرے قلمی یا مطبوعہ نسخے میں موجود نہیں۔ مولانا عرشی انتخابِ غالب کے دیباچے میں اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> یہ انتخاب بے حد قابلِ قدر اور غالب سے متعلق ادب میں ایسا نایاب اضافہ ہے۔ جس کی

> قدروقیمت میں برابرترقی ہوتی رہے گی۔ ۳۱

مولانا عرشی نے انتخابِ غالب کے مخطوطے کو صرف متعارف اور شائع ہی نہیں کیا بلکہ ایک مبسوط مقدمے میں اس کی خصوصیات اور اہمیت وانفرادیت کو بھی بیان کیا اور پھر انتخاب کے متن کا دوسرے قلمی ومطبوعہ نسخوں سے مقابلہ کر کے اختلافِ نسخ بھی درج کیے۔ اس انتخاب کے حِصّہ اُردو کی تدوین کے لیے انہوں نے آٹھ قلمی ومطبوعہ نسخوں کے اختلافِ نسخ درج کیے اور ان آٹھ اردو مآخذ کی تفصیل آخر میں اختلاف دینے سے پہلے بیان کردی ہے۔ تدوینِ کلامِ غالب کی اس انداز اور معیار کی اس سے پہلے کوئی مثال نہیں ہے۔

انتخابِ غالب کی اشاعت کے متصل بعد مولانا عرشی، وسیع پیمانے پر مکمل دیوانِ غالب اُردو کو اسی جدید اصولِ تدوین کے مطابق ترتیب دینے کا ڈول ڈال چکے تھے، ۳۲ جس انداز پر انہوں نے انتخابِ غالب (۱۹۴۲ء) مرتّب کیا تھا۔ لیکن اس دیدہ ریزی میں کئی برس گزر گئے اور اس کی اشاعت (۱۹۵۸ء) سے پہلے مالک رام نے متداول دیوانِ غالب کا ایک تحقیقی ایڈیشن ۱۹۵۷ء میں شائع کردیا۔ اس لیے ۱۹۵۸ء سے پہلے کلامِ غالب اُردو کی ترتیب وتدوین کی روایت میں مالک رام کے مرتّبہ ایڈیشن کا تذکرہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔

دیوانِ غالب نسخۂ عرشی طبع اوّل (۱۹۵۸ء) سے پہلے غالب کے اُردو کلام کو جن حضرات نے مرتّب کر کے شائع کیا اُن میں سے مالک رام کے مرتّبہ ایڈیشن کو اس لحاظ سے اوّلیت حاصل ہے کہ انہوں نے پہلی بار اصول تدوین کے مطابق کسی ایک ایڈیشن کو بنیادی متن قرار دے کر اور کچھ دوسرے ماخذ کے اختلافِ نسخ درج کر کے شائع کیا۔ مالک رام کا مرتّبہ دیوانِ غالب پہلی بار ۱۹۵۷ء میں، آزاد کتاب گھر، دِلّی سے شائع ہوا۔ اس کے شروع میں ۳۶ صفحات پر مشتمل مرتّب کا مقدمہ ہے (اس پر کوئی عنوان درج نہیں) جس میں انہوں نے غالب کی ابتدائے شعروسخن اور اُن کی زندگی میں دیوانِ غالب کی اشاعتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ زیرِنظر دیوان کی ترتیب میں انہوں نے جن دوسرے ماخذ سے استفادہ کیا اُن کا بھی تعارف کروایا ہے۔ مقدمے ہی میں اپنے اس دیوان کی ترتیب کے بارے میں بھی وضاحت کی ہے نیز کچھ غیر متداول کلام جو اس میں شامل کیا ہے اس کے ماخذ کی نشاندہی بھی کی ہے۔

مقدمے کے بعد ایک صفحے پر غالب کا عکس تحریر اور پھر غالب کا فارسی دیباچہ مکتوبہ

۱۲۴۸ھ، بھی شامل ہے۔ صفحہ ۱۴۱ سے غزلیات شروع ہوتی ہیں جو صفحہ ۲۴۳ پر ختم ہو رہی ہیں۔ اس کے بعد صفحہ ۲۵۹ تک پانچ قصائد ہیں۔ ان کے بعد مثنوی در صفتِ انبہ، پھر صفحہ ۲۶۲ سے ۲۷۷ تک بارہ قطعات ہیں۔ اسی صفحے پر قطعات ختم ہونے کے بعد رباعیات شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ ۱۶ رباعیات صفحہ ۲۸۰ پر تمام ہو رہی ہیں۔ یہ تمام منظومات وہ ہیں جو اس ایڈیشن کے بنیادی متن *دیوانِ غالب* مطبع نظامی کانپور ۱۸۶۲ء میں موجود ہیں۔ ان کے اختلافِ نسخ صفحہ بہ صفحہ ساتھ ساتھ دیے گئے ہیں۔ ان کے بعد صفحہ ۲۸۱ سے ''تتمّہ'' کے زیرِ عنوان مختلف ماخذ کے ذریعے سے غالب کا وہ متفرق کلام شامل ہے ''جو ۱۸۶۲ء کے مطبع نظامی کانپور ایڈیشن میں نہیں اور اس کے بعد مختلف ماخذ سے جمع ہوا'' (مقدمہ، ۳۴) صفحہ ۳۲۴ پر اس ''تتمّہ'' کے ختم ہونے کے بعد ''انتخاب نسخۂ حمیدیہ'' (متروک اور غیر متداول کلام) شروع ہوتا ہے جو آخری صفحہ ۳۵۹ پر اختتام پذیر ہوا ہے۔

مالک رام اپنے مرتّبہ اس *دیوانِ غالب* کے بنیادی متن، املا اور اختلافِ نسخ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> اس کا متن مطبع نظامی کانپور کے ایڈیشن (۱۸۶۲ء) پر مبنی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اصل میں ہر جگہ ''مجکو''، ''مجسے'' وغیرہ چھپا ہے اور میں نے موجودہ اسلوب کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے سہولت کے لیے پورا ''مجھ'' لکھ دیا ہے۔ ایک اور تبدیلی یہ کی کہ، پُرانے رواج کے مطابق پیش کی جگہ واؤ لکھی جاتی تھی مثلاً ''اوس''، ''اودھر'' وغیرہ۔ اس واؤ کو خارج کر کے اس کی جگہ پیش لکھ دی ہے.......... مطبع نظامی والا نسخہ بہت ٹھیک چھپا ہے اسی لیے اسے یہاں لے لیا گیا ہے۔ اگر اس کا متن کہیں سے غلط یا ناقص نظر آیا تو اسے کسی دوسری جگہ سے درست کر دیا ہے اور حاشیہ میں اس کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔ میرے نزدیک یہ صحیح ترین متن ہے۔
>
> اختلافِ نسخ میں اس سے پہلے کے تمام مطبوعہ نسخوں کو دانستہ نظر انداز کر دیا ہے کیونکہ جب غالب نے مطبع احمدی کا متن دیکھ کر اور اسے درست کر کے دیوان مطبع نظامی میں چھپوایا تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ انہوں نے متن ہمیشہ کے لیے خود طے کر دیا۔ اب اس سے پہلے کے ایڈیشنوں کو ہم نہ صرف متن میں استعمال نہیں کر سکتے بلکہ وہ شاید اختلافِ نسخ کے تحت بھی نہیں آئیں گے۔ ۳۲

تدوینِ کلام کی دو ہی بہتر صورتیں یا طریق کار ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ کسی ایک معتبر قلمی

یا مطبوعہ نسخے کو بنیادی متن قرار دے لیا جائے اور باقی تمام مآخذ کے اختلافات درج کر دیے جائیں۔ لیکن اس سلسلے میں مقرر کردہ بنیادی متن کی پیروی میں منشائے مصنف کو ترجیح دینا پڑتی ہے۔ دوسری صورت مرتب یا مدون کی صوابدید پر ہے کہ وہ بہترین متن پیش کرے خواہ وہ اس کلام کے دوسرے ماخذ ہی کے ذریعے کیوں نہ مرتّب کرنا پڑے لیکن تدوین کے اس دوسرے طریقے میں ہر جگہ مدوّن کو جواب دہ ہونا پڑتا ہے۔ مالک رام نے زیرِ نظر دیوانِ غالب مرتّب کرتے وقت بظاہر تدوین کے اس پہلے اصول کو اپنانے کا دعویٰ کیا ہے لیکن ان کے مرتّبہ ایڈیشن کے متن کا مقابلہ مطبع نظامی کانپور والے ایڈیشن (عکسی اشاعت از گپتا رضا بمبئی، ۱۹۸۷ء) کے متن سے کیا جائے (جسے انہوں نے اپنے ایڈیشن کا بنیادی متن قرار دیا ہے) تو حقیقت اس کے برعکس نظر آتی ہے۔ مالک رام نے متعدّد جگہوں پر مطبع نظامی کانپور کے ایڈیشن کے خلاف دوسرے مآخذ کے ذریعے یا اپنے اندازِ نظر کے مطابق اصل متن کی تصحیح شدہ صورتیں پیش کی ہیں۔ اس نوع کی متعدّد مثالیں، رشید حسن خاں، ڈاکٹر گیان چند اور انصار اللہ نظر نے اپنے مقالات میں بیان کی ہیں۔ انصار اللہ نظر ایسی مثالیں پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> مدوّن (مالک رام) نے لازماً ایک نسخے کو بنیاد نہیں بنایا ہے بلکہ دوسرے نسخوں سے جا بجا متن کی تصحیح بھی کی ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدّون نے ایک اصول پر پابند رہنے کی بجائے اپنی سہولت اور اپنی پسند سے زیادہ کام لیا ہے۔ ۳۴

مالک رام کے اس ایڈیشن میں سے املا کی مختلف مثالیں دینے کے بعد انصار اللہ نظر مزید لکھتے ہیں:

> املا اور تلفّظ کے معاملے میں بھی مرتّب نے خود کو ہر پابندی اور اصول سے آزاد ہی رکھا ہے۔ ۳۵

مالک رام نے اپنے مرتّبہ *دیوانِ غالب* کی اس پہلی اشاعت کے بعد مقدمہ اور اختلافِ نسخ کو حذف کر کے صرف دو صفحے کے ''تعارف'' کے ساتھ ۱۹۶۹ء میں *صدی ایڈیشن* کے طور پر پیش کیا اور متن وہی پہلی اشاعت والا برقرار رکھا۔ اس پر رشید حسن خاں نے ایک مبسوط مقالہ قلم بند کیا ہے۔ *صدی ایڈیشن* میں مقدمہ نہ ہونے کی صورت میں رشید حسن خاں نے اپنے مقالے میں طبع اوّل (۱۹۵۷ء) میں موجود مقدمے ہی سے مثالیں دے کر مالک رام کے اس تدوینی ایڈیشن سے بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

تدوین کے طلبہ کے لیے زیرِ بحث نسخۂ دیوانِ غالب کا مطالعہ اس لحاظ سے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو یہ بات معلوم ہو کہ کسی دیوان کو کس طرح مرتّب نہیں کرنا چاہیے۔ اس اڈیشن کے مرتّب نے تدوین کے اصولوں کو جس طرح نظر انداز کیا ہے اس کی مثالیں کم یاب ہیں۔ ۳۶

کسی بھی اصولِ تدوین کی بطورِ خاص پابندی نہ کرنے کے علاوہ، مالک رام کے مرتّبہ *دیوانِ غالب* میں ایک اور کمی کا بھی شدت سے احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے مطبع نظامی کانپور والے اڈیشن (۱۸۶۲ء) سے پہلے کے کسی اڈیشن کے اختلافِ نسخ کو اہم نہیں سمجھا، اس لیے درج بھی نہیں کیا۔ اور دوسری بات یہ کہ اس اڈیشن کے ماخذ میں *دیوانِ غالب* کا کوئی قلمی نسخہ شامل نہیں کیا۔ بنیادی متن کے علاوہ اس اڈیشن کے جو مآخذ ہیں ان کی نشاندہی مع علامات مالک رام نے مقدمے میں صفحہ نمبر ۳۴ پر کی ہے:

"اغ، مطبع احمدی کا وہ نسخہ جسے غالب نے خود درست کیا تھا اور مطبع نظامی کے اڈیشن کا گویا مسّودہ تھا۔ ۳۷

ش، منشی شیونرائن کے مطبع مفید الخلائق کا اڈیشن (۱۸۶۳ء)

نش، *انشائے غالب کا قلمی نسخہ* (مملوکہ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی)

م، *اُردوئے معلّیٰ*

خب، *انتخابِ غالب* (رام پور) ۱۹۴۲ء

ح، *نسخہ حمیدیہ* (بھوپال) ۱۹۲۱ء

ن، *نادراتِ غالب* (کراچی) ۱۹۴۹ء

گ، *نگارستانِ سخن* ۳۸ (دہلی) ۱۸۶۳ء"

ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

مالک رام نے *دیوانِ غالب* مرتّب کرنے کے لیے نسخۂ عرشی کی طرح غیر معمولی کاوش نہیں کی۔ انہوں نے *دیوانِ غالب* کا کوئی مخطوطہ سامنے نہیں رکھا۔ ۳۹

ان وجوہات کی بنا پر *دیوانِ غالب* مرتّبہ مالک رام ایک باقاعدہ تحقیقی یا تدوینی اڈیشن ہونے کے باوجود وہ اہمیت حاصل نہیں کرسکتا نہ تدوین کا وہ معیار ہی پیش کرتا ہے جس

معیار پر اس دوران میں مولانا امتیاز علی عرشی *دیوانِ غالب* مرتّب کر رہے تھے یا *دیوانِ غالب* کی ترتیب و تدوین کا جسے اعلیٰ معیار قرار دیا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر گیان چند مالک رام کے مرتبہ اڈیشن کے بارے میں مزید لکھتے ہیں:

غالب کے اُردو دیوان کا یہ پہلا تحقیقی اڈیشن ہے جس میں صحتِ متن کی طرف توجہ کی گئی ہے اور کسی حد تک اختلافِ نسخ دیئے ہیں۔ اتفاق سے ایک ہی سال بعد ۱۹۵۸ء میں عرشی صاحب کا نسخۂ عرشی شائع ہوگیا جس کی وجہ سے مالک رام کا مرتبہ *دیوانِ غالب* اپنی اہمیت کھو بیٹھا۔ ۴۰

اس پس منظر میں دیکھیں تو ۱۹۵۸ء سے پہلے دیوانِ غالب اُردو کی عام اور روایتی اشاعتوں سے ہٹ کر، سنجیدہ اور شعوری سطح پر جدید انداز سے ترتیب و تدوین کی یہ چند ابتدائی کوششیں تھیں۔ جن میں کچھ مکمل، کچھ نامکمل، جزوی یا ادھوری اور بعض کم اہم، لیکن درجہ بہ درجہ اور منزل بہ منزل غالب کے اردو کلام کو تحقیقی و تدوینی انداز سے مرتّب کرنے کی روایت پھلتی پھولتی رہی۔ *نسخہ عرشی* (۱۹۵۸ء) سے پہلے یہ روایت مندرجہ ذیل پانچ انداز اور ذرائع سے آگے بڑھتی نظر آتی ہے۔

(۱) دیوانِ غالب کے مشرح اڈیشن:

شارحینِ غالب نے، کلامِ غالب کی درست اور صحیح تفہیم کے لیے مستند متن تک پہنچنے اور اُسے صحت کے ساتھ پیش کرنے کی ضرورت کے پیشِ نظر کاوش و کاہش سے کام لیا اور ساتھ ہی ساتھ غیر متداول اور غیر مطبوعہ کلام کو بھی شامل کیا۔ اس سلسلے میں مولانا حسرت موہانی اور نظامی بدایونی کے نام خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

(۲) نو دریافت مخطوطات:

دیوانِ غالب یا انتخابِ غالب کے نو دریافت مخطوطات اور ان میں سے بعض کی اشاعتیں اس روایت کا ایک اہم اور مضبوط جزو ہیں مثلاً نسخۂ بھوپال مکتوبہ ۱۸۲۱ء (آگرہ ۱۹۲۱ء)، انتخابِ غالب طاہر اڈیشن مکتوبہ ۱۸۶۰ء (دہلی ۱۹۳۶ء)، انتخابِ غالب مکتوبہ ۱۸۶۶ء (رامپور ۱۹۴۲ء)، نسخۂ شیرانی (۱۸۲۶ء)، نسخۂ رامپور قدیم (۱۸۳۳ء)، نسخۂ لاہور (۱۸۵۲ء) اور نسخۂ رام پور جدید (۱۸۵۵ء)۔

(۳) رسائل کے ذریعے نو دریافت کلام غالب:

تحقیق و تلاش سے رسائل میں غیر مطبوعہ کلام شائع کرنے کی روایت بھی اہم ثابت ہوتی ہے اس سلسلے میں، الہلال (کلکتہ)، نگار (بھوپال، لکھنؤ) زمانہ (کانپور)، معیار اور معاصر (پٹنہ)، اُردوئے معلّٰی (دہلی) علی گڑھ میگزین (علی گڑھ)، مخزن (لاہور) ہمایوں (لاہور)، ادبی دنیا (لاہور) اور ماہ نو (کراچی) وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

(۴) کلامِ غالب کی تاریخی ترتیب:

ڈاکٹر سیّد عبداللطیف کا مرتبہ دیوانِ غالب (نامکمل) ۱۹۲۸ء اور شیخ محمد اکرام کی کتاب غالب نامہ (۱۹۳۶) قابلِ قدر کوششیں ہیں کہ انہوں نے پہلی بار غالب کے ذہنی ارتقا کو سمجھنے کی طرف توجہ کی۔

(۵) تدوینِ کلامِ غالب:

تاریخی ترتیب کی طرح تدوین کی بھی دو ہی اہم کاوشیں ہیں ایک مولانا امتیاز علی عرشی کا مرتبہ انتخابِ غالب (۱۹۴۲ء) اور دوسرا مالک رام کا مرتبہ دیوانِ غالب (۱۹۵۷ء)۔

اس دوران میں، جدید انداز سے ترتیب و تدوین کلامِ غالب کے سلسلے میں مندرجہ بالا پانچ انداز سے مواد فراہم ہوتا رہا۔ ان میں غالب کا غیر مطبوعہ کلام بھی منظرِ عام پر آیا اور جزوی سطحوں پر ترتیب و تدوین بھی ہوئی۔ مختلف انداز کی یہ تمام کوششیں *دیوانِ غالب* اُردو کی تاریخی ترتیب اور تدوین کی روایت کا حِصّہ بنیں۔ لیکن ان میں سے کسی ایک کو بھی جدید اصولِ ترتیب و تدوین کے مطابق، تدوین کلامِ غالب یا کلامِ غالب کی تاریخی ترتیب کی مکمل اور کامل کوشش نہیں کہا جا سکتا۔

تدوین اور تاریخی ترتیب دو الگ الگ اہمیت کے حامل کام ہیں۔ تدوین میں کلام کو منشائے مصنف کے مطابق پیش کرنا ہوتا ہے اور باقی تمام معلوم مآخذ کے اختلاف درج کرنا ہوتے ہیں۔ تاریخی ترتیب میں تخلیقات کو زمانی ترتیب سے پیش کر کے تخلیق کار کا ذہنی ارتقا اور اس کے بدلتے معیارات کا اندازہ لگانا ہوتا ہے۔ ۱۹۵۸ء سے پہلے کی اس روایت میں مذکورہ ہر دو طرح کی ادھوری اور جزوی کوششیں ہوئیں لیکن مولانا عرشی نے ان دو الگ الگ اہمیت کے حامل کام کو دیوانِ غالب اردو نسخہ عرشی (۱۹۵۸ء) کی صورت میں یکجا پیش کر کے وہ کارنامہ انجام دیا جو ان

سے پہلے الگ الگ سطح پر بھی کسی نے مکمل نہ کیا تھا۔ بلکہ مولانا عرشی نے نسخۂ عرشی مرتّب کر کے اس میں تین نمایاں خصوصیات بھر دیں۔ ایک تو مکمل کلامِ غالب اُردو کو اس انداز سے پیش کیا کہ دیوان کی مروّج اور متداول حیثیت بھی برقرار رکھی اور متدوال اور غیر متداول کی تخصیص بھی کر دی۔ دوسرا اسے تاریخی ترتیب و تنظیم بخشی اور تیسرا ہر ہر مصرعے کو اصولِ تدوین کے مطابق مدوّن کیا۔ ۱۹۵۸ء سے پہلے کلام غالب کی ترتیب و تدوین کی روایت کے اس پس منظر کو دیکھا جائے تو نسخۂ عرشی اس روایت کا صرف تسلسل ہی نہیں بلکہ ایک نئے انداز کا منفرد کام ثابت ہوتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ سید معین الرحمٰن، *غالب کا علمی سرمایہ* (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)، ۸۸۔

۲۔ معین الرحمٰن، *غالب کا علمی سرمایہ*، ۹۰۔

۳۔ معین الرحمٰن، *غالب کا علمی سرمایہ*، ۹۲۔

۴۔ ''پانچواں ایڈیشن......۱۹۲۳ء میں تیار ہو کر بازار آ گیا اور اسی سال مشرح پاکٹ ایڈیشن کے علاوہ ۲۹×۲۲/۸ پیمانہ کی بڑی تقطیع پر خوش خط جلی قلم اور اچھے کاغذ پر ایک اور نسخہ شائع ہوا جس کے ساتھ غالب کی خودنوشتہ سوانح عمری اور مشکل الفاظ و محاوراتِ غالبی کی فرہنگ دی گئی'' (نظامی بدایونی، *دیوانِ غالب مع شرح*، طبع ششم (بدایوں: نظامی پریس، اپریل ۱۹۲۷ء)، ۳-۲۔) گویا یہ پانچویں اور چھٹے مشرح ایڈیشن کے درمیان کی ایک نئی اشاعت ہے۔ عام طور پر اس بدایوں ایڈیشن کی چھ اشاعتوں کا ذکر ملتا ہے لیکن محولہ بالا طبع ششم کے اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بدایوں ایڈیشن سات مرتبہ شائع ہوا۔

۵۔ مولانا امتیاز علی خاں عرشی، ''دیوانِ غالب اُردو کا ایک اور نادر مخطوطہ،'' *نقوش* (جون ۱۹۶۰ء): ۵۔

۶۔ مفتی محمد انوار الحق، *دیوانِ غالب جدید المعروف بہ نسخۂ حمیدیہ* (آگرہ: مفید عام اسٹیم پریس، ۱۹۲۱ء)، ۱۰۔

۷۔ معین الرحمٰن، *غالب کا علمی سرمایہ*، ۸۶۔

۸۔ شیخ محمد اکرام کا گمان ہے کہ: ''جہاں تک قلمی نسخے کے بعد کی غزلوں کا تعلق ہے۔ یہ نسخہ نظامی پریس کے شائع کردہ دیوانِ غالب (مطبوعہ ۱۹۱۷ء) کی نقل ہے''۔ (*ارمغانِ غالب*، طبع چہارم (بمبئی، س ن)، ۹۔)

۹۔ اس کی اشاعت کی تینوں صورتوں کا تفصیلی تعارف *نسخۂ عرشی*، طبع ثانی کے صفحہ ۱۴۵ تا ۱۵۰ اور *غالب کا علمی سرمایہ* طبع دوم کے صفحہ ۸۴

تا ۹۷ پر موجود ہے۔

۱۰ شیخ محمد اکرام، ارمغانِ غالب، طبع چہارم (بمبئی: تاج آفس محمد علی روڈ، س ن)، ۹۔

۱۱ انوارالحق، دیوانِ غالب جدید المعروف بہ نسخۂ حمیدیہ، ۱۰۔

۱۲ انوارالحق، دیوانِ غالب جدید المعروف بہ نسخۂ حمیدیہ، ۱۱۔

۱۳ انوارالحق، دیوانِ غالب جدید المعروف بہ نسخۂ حمیدیہ، ۱۸۔

۱۴ ڈاکٹر سیّد عبداللطیف، غالب، ترجمہ، سیّد معین الدین قریشی (جام باغ حیدرآباد دکن: ۱۹۳۲ء)، ۲۸۔

۱۵ عبداللطیف، غالب، ۳۲-۳۳۔

۱۶ اکرام، ارمغانِ غالب، ۱۱-۱۲۔

۱۷ ڈاکٹر سیّد عبداللطیف اپنی کتاب غالب میں کلام غالب کی ادوار بندی کے سلسلے میں ۱۸۳۲ء سے ۱۸۵۵ء تک کے کلام کے بارے میں لکھتے ہیں: ''یہ معلوم کرنا ناممکن ہے کہ رامپوری نسخہ کی ترتیب کے وقت اس دور کے کونسے اشعار حذف کر دیئے گئے کیونکہ دیوان کا اصل نسخہ اب ناپید ہے''۔ (۲۰)

گویا نسخۂ رامپور (۱۸۵۵ء) ان کی دسترس میں نہیں رہا لیکن یہ ناپید بھی نہیں تھا۔ انتخاب غالب (۱۸۳۳ء) کی طلب میں ڈاکٹر عبداللطیف کے لیے سر اکبر حیدری نے نظامی بدایونی کو خط لکھا جس کے جواب میں نظامی ۳- دسمبر ۱۹۲۷ء کو لکھتے ہیں:

''کتب خانۂ رام پور میں...... ایک قلمی نسخہ ضرور ہے جو ۱۸۵۵ء (۱۲۷۱ھ) کا لکھا ہوا ہے''۔ نظامی کا یہ خط ڈاکٹر عبداللطیف کی کتاب غالب میں ضمیمہ نمبر ا کے تحت شائع بھی ہوا ہے لیکن اس کے باوجود نسخۂ رامپور (۱۸۵۵ء) کی طلب، اسے دیکھنے یا اس سے استفادہ کرنے کا کہیں انہوں نے ذکر نہیں کیا۔

۱۸ عرشی، ''دیوانِ غالب اُردو''، ۱۷۔

۱۹ اکرام، ارمغانِ غالب، ۱۱۔

۲۰ اکرام، ارمغانِ غالب، ۷۔

۲۱ اکرام، ارمغانِ غالب، ۱۲، ۱۶۔

۲۲ عبداللطیف، غالب، ۳۲۔

۲۳ عرشی، ''دیوانِ غالب اُردو''، ۱۷۔

۲۴ عرشی، ''دیوانِ غالب اُردو''، ۱۷۔

۲۵ پیرزادہ ابراہیم حنیف، درسِ غالب (لاہور: مظفر بُک ڈپو، ۱۹۳۸ء)، س۔

۲۶ حنیف، درسِ غالب، ب۔

۲۷ معین الرحمٰن، غالب کا علمی سرمایہ، ۳۷۔

۲۸ حنیف، درسِ غالب، د۔

۲۹ معین الرحمٰن، غالب کا علمی سرمایہ، ۵۵۷۔

۳۰ عرشی، ''دیوانِ غالب اُردو''، ۹۲۔

۳۱ امتیاز علی خاں عرشی، انتخابِ غالب (بمبئی: مطبع قیمہ، ۱۹۴۲ء)، م۔

۳۲ ''مکتوب مولانا عرشی بنام مختار الدین احمد''، تحقیق ۱۲-۱۳ (۱۹۹۹ء): ۷۰۵۔

۳۳ مالک رام، مرتبہ، دیوانِ غالب (دلّی: آزاد کتاب گھر، ۱۹۵۷ء)، ۳۲-۳۱۔

۳۴ محمد انصاراللہ نظر، ''دیوانِ غالب نسخۂ مالک رام''، قومی زبان ۲۔۳۴ (فروری ۱۹۶۹ء): ۳۶۔

۳۵ نظر، ''دیوانِ غالب نسخۂ مالک رام''، ۳۷۔

۳۶ رشید حسن خاں، ادبی تحقیق: مسائل اور تجزیہ (لاہور: الفیصل ناشران، اکتوبر ۱۹۸۹ء)، ۱۵۱۔

۳۷ ''مرتّب نے اس نسخے کو خود نہیں دیکھا، جس کو وہ نادر نسخہ کہتے ہیں اور جس پر اپنے نسخے کے متن کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں بل کہ نصیر الدین ہاشمی (مرحوم) کی روایت پر بھروسا کیا''۔ (خاں، ادبی تحقیق، ۱۵۵۔)

۳۸ یہاں مآخذ میں، سہواً یہ نام ''گلستانِ سخن'' لکھا گیا ہے، مقدمے ہی میں اس سے پہلے اس کے تعارف میں درست طور پر ''نگارستانِ سخن'' ہی درج ہے۔

۳۹ گیان چند، رموزِ غالب، طبع دوم (کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، ۱۹۹۹ء)، ۳۱۴۔

۴۰ گیان چند، رموزِ غالب، ۳۱۲۔

مآخذ

اکرام، شیخ محمد۔ ارمغانِ غالب۔ طبع چہارم۔ بمبئی: تاج آفس محمد علی روڈ، س ن۔

انوارالحق، مفتی محمد۔ دیوانِ غالب جدید المعروف بہ نسخۂ حمیدیہ۔ آگرہ: مفید عام اسٹیم پریس، ۱۹۲۱ء۔

بدایونی، نظامی۔ دیوانِ غالب مع شرح۔ طبع ششم۔ بدایوں: نظامی پریس، ۱۹۲۷ء۔

بدایونی، نظامی۔ مرتبہ دیوانِ غالب۔ بدایوں: نظامی پریس، ۱۹۱۵ء۔

حنیف، پیرزادہ ابراہیم۔ درسِ غالب۔ لاہور: مظفر بُک ڈپو، ۱۹۳۸ء۔

خاں، رشید حسن۔ ادبی تحقیق: مسائل اور تجزیہ۔ لاہور: الفیصل ناشران، اکتوبر ۱۹۸۹ء۔

رام، مالک، مرتبہ دیوانِ غالب۔ دِلّی: آزاد کتاب گھر، ۱۹۵۷ء۔

رام، مالک۔ ''مکتوب مولانا عرشی بنام مختار الدین احمد۔'' تحقیق ۱۲-۱۳ (۱۹۹۹ء)۔

عبداللطیف، ڈاکٹر سیّد۔ غالب۔ ترجمہ سیّد معین الدین قریشی۔ جام باغ حیدرآباد دکن: ۱۹۳۲ء۔

عبداللطیف، ڈاکٹر سیّد۔ غالب حیات اور اردو شاعری کی تنقیدی تحسین۔ ترجمہ سیّد معین الدین قریشی۔ جام باغ حیدر آباد دکن: دکن لا رپورٹ پریس، ۱۹۳۲ء۔

عرشی، امتیاز علی۔ انتخابِ غالب۔ بمبئی: مطبع قیمہ، ۱۹۴۲ء۔

عرشی، مولانا امتیاز علی خاں۔ ''دیوانِ غالب اُردو کا ایک اور نادر مخطوطہ۔'' نقوش (جون ۱۹۶۰ء)۔

گیان چند، رموزِ غالب۔ طبع دوم۔ کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، ۱۹۹۹ء۔

معین الرحمٰن، سید۔ غالب کا علمی سرمایہ۔ لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء۔

نظر، محمد انصاراللہ۔ ''دیوانِ غالب نسخۂ مالک رام۔'' قومی زبان ۲۔۳۴ (فروری ۱۹۶۹ء)۔